اللہ کی کتاب ہم سے کیا چاہتی ہے؟

مولانا سیّد جلال الدین عمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

خطباتِ عید اور خطباتِ جمعہ، مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے امت کو مستقل فکری اور عملی رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ اور وہ اس کی روشنی میں اپنا لائحۂ عمل طے کرسکتے ہیں۔

مرکزِ جماعت کے وسیع کمپلیکس میں واقع جامع مسجد 'مسجد اشاعتِ اسلام' مسلمانوں کے لیے ایک ایسے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے جہاں وہ اپنی روحانی پیاس بجھانے اور فکری و عملی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے خطباتِ جمعہ اور عیدین سننے کے لیے خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ اور دور ونزدیک کے علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں۔ یہ خطبات عام طور پر محترم المقام مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں مولانا موصوف تحریک اسلامی ہند کے قائد، مربی اور صاحب طرز خطیب ہیں۔ ان کی خطابت میں 'از دل خیزد بردل ریزد' کی کیفیت ہوتی ہے اور سامعین اس سے بڑے اچھے اثرات لے کر لوٹتے ہیں۔

پیش نظر پیغامِ عید مولانا محترم کا یکم شوال ۱۴۳۲ھ/ ۳۱/ اگست ۲۰۱۱ء کا خطبۂ عید الفطر ہے، جسے موصوف نے مسجد اشاعتِ اسلام میں مسلمانوں کے ہزاروں کے مجمع کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ اس میں عید کی اہمیت و معنویت پر مبارک باد پیش کرنے کے ساتھ یہ نازک سوال اٹھایا گیا کہ رمضان کی عبادات کا اثر رمضان کے

بعد کیوں نہیں باقی رہتا؟ قرآن مجید جس کی ہم شب و روز تلاوت کرتے رہے ہیں اور جو زندگیوں کو بدل دینے والی کتاب ہے، ہمارے اندر کوئی تغیر کیوں نہیں پیدا کرتی۔

یہ خطبہ ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہم سے کیا چاہتی ہے اور اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

موجودہ حالات میں امت کے لیے یہ ایک موثر رہ نمائی ہے، اسی لیے اسے کتابچہ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

خطبۂ عید الفطر

بزرگو، بھائیو اور عزیزو! محترم خواتین، ماؤ، بہنو اور بیٹیو!

رمضان المبارک ختم ہوگیا اور آج عید منائی جا رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہت سی عیدیں اور خوشیاں نصیب فرمائے۔ رمضان میں ہم نے، اللہ کا شکر ہے، روزے رکھے۔ ہم میں سے بعض حضرات نے، جن کو توفیق ہوئی، زکوٰۃ ادا کی، صدقات و خیرات پر بھی عمل کیا۔ اسی ماہِ مبارک میں قرآن کا نزول ہوا۔ اس ماہ کی ایک خاص عبادت یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی بہ کثرت تلاوت کی۔ بعض حضرات نے کئی کئی بار قرآن کریم ختم کیا اور معمول سے زیادہ اس کی طرف توجہ دی۔ ہم نے تراویح میں پورا قرآن شریف اول سے آخر تک نماز کی حالت میں کھڑے ہوکر سنا۔ تراویح کے علاوہ بھی، نوافل کا اہتمام ہوا اور اس میں بھی قرآن کی تلاوت ہوتی رہی۔

قرآن کی بہ کثرت تلاوت کے باوجود ہمارے حالات کیوں نہیں بدلتے؟

برادرانِ محترم! ہمارا یہ عمل برسہا برس سے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ایک طویل عرصے سے جاری ہے، لیکن ہمارے حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ہماری عبادات میں، اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلق میں، اس کی اطاعت و فرماں برداری میں، احکامِ شریعت کی پابندی میں، اخلاق و کردار میں، معاشرت و معاملات میں، امت کی

فلاح و بہبود، اس کی اصلاح کی تگ و دو اور سعی میں، عام انسانوں کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی میں، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد اور قربانی میں، اس پورے عمل سے کوئی اضافہ یا ترقی نہیں ہوئی، بلکہ غفلت کا کل جو حال تھا وہی آج بھی ہے۔ عید کے آنے جانے سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے۔

صحابۂ کرام اور تعلق بالقرآن

ہماری اس کیفیت کو دیکھ کر اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں انسان کو بدلنے کی تاثیر نہیں ہے تو تاریخ اس کی پرزور تردید کرے گی۔ اس لیے کہ یہ وہ کتاب ہے جس نے صحابہ کرامؓ کی زندگی میں، جو اس کے اولین مخاطب تھے، انقلابِ عظیم برپا کر دکھایا۔ اسے انہوں نے اس طرح پڑھا کہ ان کی پوری زندگی بدل گئی۔ اس نے انہیں جو عقیدہ دیا وہ ان کا عقیدہ ہوگیا، اس نے عبادات کا جو طریقہ بتایا، عین اس کے مطابق اسے انہوں نے اختیار کیا۔ ان کی شخصی اور ذاتی زندگی اس کے تابع ہوگئی، اس کی بنیاد پر ان کا معاشرہ وجود میں آیا اور اسی سے ان کی سیاست کا رخ متعین ہوا۔ وہ ہر معاملہ میں اس کو دیکھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے لگے۔ انھوں نے اس راہ میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کی اور بے مثال قربانیاں دیں۔ اس پر وہ خوش اور مطمئن بھی تھے، اس لیے ان کو سکون اور اطمینان کی زندگی نصیب ہوئی۔ دنیا میں وہ سربلند ہوئے۔ اسی راہ سے وہ حکومت و اقتدار تک پہنچے اور اقوامِ عالم کی امامت و رہ نمائی کا مقام انہیں حاصل ہوا۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے زیرنگیں آ گئیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے اور آخرت کی کام یابی کے لیے کیا اور وہ اس کے مستحق قرار پائے۔

قرآن کے اثرات ابدی ہیں

اسے ماضی کا واقعہ کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید اللہ کی آخری

کتاب ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ اس کی ہدایت ابدی ہے اور اس کے اثرات و نتائج بھی ابدی ہیں۔ کم زوری ہمارے اندر ہے، جس کی وجہ سے ہم اس کے اثرات اپنے اندر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہم اللہ کی کتاب پڑھتے تو ہیں، لیکن اس مقصد کے لیے نہیں پڑھتے جس کے لیے وہ نازل ہوئی ہے، بلکہ صرف برکت کے لیے اس کی تلاوت کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اللہ کی کتاب نے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کا راستہ دکھایا ہے، لیکن ہم اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اس نے جو صراطِ مستقیم دکھائی ہے اسے چھوڑ کر ہم اپنی خواہشاتِ نفسانی اور مادّی مفادات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم انسانوں کے متعلق قرآن حیرت سے کہتا ہے: ''کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔'' (الجاثیۃ:۲۳) ہم خواہشات کو نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کو معبود کہتے ہیں، لیکن عملاً ہمارا رویہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں سے مختلف نہیں ہے۔ قرآن مجید نے منکرین اور مخالفین پر سخت تنقید کی کہ وہ حق وصداقت کے مقابلہ میں اپنے نفس کے تقاضوں، خاندان کے رسم و رواج، آباء و اجداد کے طور طریقوں اور قبائلی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس نے آگاہ کیا کہ یہ ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے۔ بڑی بڑی قومیں اس سے تباہ ہوچکی ہیں، لیکن ہم نے وہی راہ اختیار کی جس سے وہ ہمیں بچانا چاہتا ہے اور ہم اسی راہ پر دوڑے چلے جا رہے ہیں جس نے قوموں کو تباہ کیا۔ اللہ کی کتاب ہماری روشِ حیات نہیں طے کرتی، بلکہ خاندان اور قبیلہ، ملک و وطن اور دنیا کے طور طریقوں کے مطابق ہم اس کا تعین کرتے ہیں۔ اللہ کی کتاب سرچشمۂ ہدایت ہے، لیکن ہم نے اسے چھوڑ کر اس کے معاندین اور مخالفین کی امامت اور رہ نمائی قبول کرلی۔ حالاں کہ قرآن ان سب سے دست کش ہوکر اللہِ واحد کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اس کا سارے انسانوں سے خطاب ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف:۳)

اتباع کرو اس ہدایت کی جو تمھارے رب کی جانب سے تمھارے پاس آئی ہے۔ اسے چھوڑ کر دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو، لیکن کم ہی تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ کی کتاب کا نزول انسانوں کی فلاح ونجات کے لیے ہے۔ اس میں ان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ وہ ان کو ترقی کی راہ دکھاتی اور بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔ اس کے برخلاف خدائے واحد کو اور اس کی کتاب کو چھوڑ کر انسانوں نے جن جھوٹے خداؤں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے اور جن کے پیچھے وہ چل رہے ہیں، اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ان کی اتباع سراسر خسارے کا سودا ہے۔ اس سے باز آنے ہی میں کام یابی ہے، لیکن انسان غفلت میں ہے، کم ہی نصیحت حاصل کرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ یہی ایک سیدھی شاہ راہِ حیات ہے۔ اس سے انحراف انسان کو مختلف راہوں پر ڈال دے گا اور ناکامی اس کا مقدر ہوجائے گی۔ سورۂ انعام میں بعض ہدایات دینے کے بعد ارشاد ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام:۱۵۳)

اللہ نے ہدایت کی ہے کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی اتباع کرو اور اس کے علاوہ دوسرے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمھیں اس کے راستے سے بھٹکا کر منتشر کردیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جس کی اللہ نے تمھیں تاکید کی ہے، تاکہ تم اس کی نافرمانی سے بچو۔

اللہ تعالیٰ نے جو صراطِ مستقیم دکھائی ہے اس پر گام زن ہونے ہی میں انسان کی نجات اور کام یابی ہے۔ اسی سے وہ اس کی نافرمانی سے اور آخرت کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔

اللہ اور رسول کی اتباع ضروری ہے

بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابِ ہدایت پر ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم اس صراطِ مستقیم پر قائم رہیں اور کوئی دوسرا راستہ، بہ ظاہر وہ کتنا ہی پرکشش کیوں نہ ہو، نہ اختیار کریں۔ اسی کے لیے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو فلاح اور کام یابی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ایمان کے دعوے کے باوجود جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کے لیے آمادہ نہ ہوں اور اس سے بچنے کی تدبیریں کرتے ہوں، قرآن کہتا ہے کہ وہ منافق ہیں اور نفاق کے ساتھ ایمان جمع نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو تمھیں اس رویہ کو بدلنا ہوگا:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (النساء:۶۵)

پس نہیں! تمھارے رب کی قسم، یہ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے درمیان ہونے والے اختلاف میں تمھیں حکم نہ مانیں، پھر جو فیصلہ آپ فرمائیں اس پر اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور اسے خوش دلی سے تسلیم نہ کرلیں۔

ایمان کے معتبر ہونے کی شرائط

یہاں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ ایمان اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ دو باتیں پائی جائیں:

ایک یہ کہ کسی بھی معاملہ میں اختلاف ہو تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم تسلیم کیا جائے، اس کے مقابلے میں دنیا کے کسی بھی فرد کو، اس کی بہ ظاہر کتنی ہی اونچی حیثیت کیوں نہ ہو، یہ مقام نہ دیا جائے اور نہ کسی قانون کو آپ کی ہدایت کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ تمھاری مرضی کے خلاف بھی ہو اور اس سے کوئی مادّی نقصان بھی پہنچ رہا ہو تو اسے قبول کرنے اور عمل کرنے میں

تمھارے اندر کوئی انقباض نہیں ہونا چاہیے اور تمھیں اس کے سامنے پوری طرح سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد ایک مومن کا یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے کہ اسے قبول کرے یا نہ کرے۔ اسے قبول نہ کرنا یا اس کے خلاف اقدام کرنا اللہ کی کھلی نافرمانی اور معصیت ہے۔ اس معاملے میں مرد اور عورت کا فرق نہیں ہے۔ دونوں اس کے پابند ہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردے تو اسے (قبول نہ کرنے یا دوسرا فیصلہ کرنے کا) اختیار حاصل ہو۔ جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گم راہی میں پڑ گیا۔

اہلِ ایمان اور منافقین کے رویّے

سورۂ نور میں بھی منافقوں اور اہل یمان کے کردار پر گفتگو ہے۔ منافقوں کا کردار یہ بیان ہوا ہے:

”یہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان میں کا ایک فریق اس سے پھر جاتا ہے۔ یہ مومن نہیں ہیں۔ ان کو کسی معاملہ میں فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ رخ پھیر کر نکل جاتے ہیں۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ انھیں ان کا حق مل رہا ہے تو سر جھکائے چلے آتے ہیں۔ آخر یہ کیفیت کیوں ہے؟ کیا ان کے دلوں کو نفاق کا روگ لگ گیا ہے، یا وہ ایمان کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں، یا انھیں اندیشہ ہے کہ ان کے ساتھ اللہ اور رسول ظلم اور ناانصافی کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ خود ظالم ہیں (اور اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں)۔“ (النور: ۴۷-۵۰)

اس کے بعد اہل ایمان کے رویے کا ذکر ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝

(النور:۵۱،۵۲)

ایمان والوں کا قول بس یہ ہوتا ہے، جب ان کو (کسی معاملہ میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، تو کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ یہی فلاح پانے والے ہیں۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ سے ڈرے، اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کام یاب ہیں۔

اسی سلسلۂ بیان میں اہل ایمان سے استخلاف فی الارض (اقتدار اور حکومت) کا وعدہ کیا گیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(النور:۵۵)

اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ ان کو زمین میں ضرور حکومت عطا کرے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے کے لوگوں کو حکومت عطا کی تھی اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اسے اچھی طرح جمادے گا اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جو کفر کی راہ اختیار کریں گے ایسے سب لوگ فاسق ہیں۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا، اہلِ ایمان کو دنیا کے بڑے حصے پر اقتدار حاصل ہوا اور وہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنے دین پر عمل کرتے رہے۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اب آپ ان آیات پر غور کریں، جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا ہم نے قرآن مجید کی تلاوت اس سے رہ نمائی حاصل کرنے کے لیے کی اور فی الواقع رہ نمائی حاصل کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے تمام رہ نماؤں کی رہ نمائی کو چھوڑ کر اس ہدایت کو قبول کیا ہے جو قرآن فراہم کرتا ہے؟ کیا ہم اس یقین کے ساتھ اس کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں کہ دوسرے تمام راستے منزل سے بھٹکانے والے ہیں؟ قرآن کہتا ہے کہ اہل ایمان کے تمام معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہوگا۔ وہ خوش دلی کے ساتھ اس کے ہر فیصلہ کو قبول کریں گے اور اطاعت کا ثبوت دیں گے۔ عدم اطاعت منافقانہ روش ہے، اس سے ان کا دامن پاک ہوگا۔ کیا ہم نے اللہ کے قانون کو یہی مقام دیا ہے اور اس کی پابندی کر رہے ہیں؟ اس کا وعدہ ہے کہ ہمارے اندر ایمان و عمل صالح ہو اور ہم دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تو وہ دنیا میں سربلندی اور اقتدار بھی عطا کرے گا۔ کیا ہم یہ شرط پوری کر رہے ہیں؟

عید کی خوشی منانے کے ساتھ اس پہلو سے بھی جائزہ لینے اور خود کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ زندگی کے دن گزرتے رہیں گے اور ہم جہاں ہیں، وہیں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

